

تفسیر القرآن

یس

— (۲) —

انہیں مثال کے طور پر اُس سستی والوں کا قصہ سناؤ جبکہ اس میں رسول آتے تھے۔ ہم نے ان

نہ قدیم مفسرین بالعموم اس طرف گئے ہیں کہ اس سستی سے مراد شام کا شہر انطاکیہ ہے اور بن سنیوں کا ذکر یہاں کیا گیا ہے انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ کے لیے بھیجا تھا۔ اس سلسلے میں قصے کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اُس زمانہ میں انطیخس اس علاقے کا بادشاہ تھا۔ لیکن یہ سارا قصہ ابن عباس، قتادہ، عکرمہ، کعب اخبار اور وہب بن منبہ وغیرہ بزرگوں نے عیسائیوں کی غیر مستند روایات سے اخذ کیا ہے اور تاریخی حقیقت سے بالکل بے بنیاد ہے۔ انطاکیہ میں سلوکی خاندان (SELEUCID

DYNASTY) کے ۱۳ بادشاہ انٹیوکس (ANTIOCHUS) کے نام سے گزرے ہیں اور

اس نام کے آخری فرمانروا کی حکومت، بلکہ خود اس خاندان کی حکومت بھی ۶۵ء قبل مسیح میں ختم ہو گئی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں انطاکیہ سمیت شام و فلسطین کا پورا علاقہ رومیوں کے زیر نگیں تھا۔ پھر

عیسائیوں کی کسی مستند روایت سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے

حواریوں میں سے کسی کو تبلیغ کے لیے انطاکیہ بھیجا ہو۔ اس کے برعکس بائبل کی کتاب ۱۶۱ء سے معلوم ہوتا ہے

کہ واقعہ مصیبت کے چند سال بعد عیسائی مبلغین پہلی مرتبہ وہاں پہنچے تھے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو نہ اللہ

رسول بنا کر بھیجا ہو نہ اللہ کے رسول نے مامور کیا ہو، وہ اگر بطور خود تبلیغ کے اپنے نکلے ہوں تو کسی تاویل کی ضرورت

بھی وہ اللہ کے رسول قرار نہیں پاسکتے۔ علاوہ بریں بائبل کے بیان کی روشنی میں یہاں شہر ہے جہاں

کی طرف دو رسول بھیجے اور انہوں نے دونوں کو جھٹلادیا۔ پھر ہم نے تیسرا مدد کے لیے بھیجا اور ان سب نے کہا ”ہم تمہاری طرف رسول کی حیثیت سے بھیجے گئے ہیں۔“

بستی والوں نے کہا ”تم کچھ نہیں ہو مگر ہم جیسے چند انسان“، اور خدا نے رحمن نے ہرگز

کثرت سے غیر اسرائیلیوں نے دینِ مسیح کو قبول کیا اور مسیحی کلیسا کو غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی حالانکہ قرآن جس بستی کا ذکر یہاں کر رہا ہے وہ کوئی ایسی بستی تھی جس نے رسولوں کی دعوت کو رد کر دیا اور بالآخر عذابِ الہی کی شکار ہوئی۔ تاریخ میں اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ انطاکیہ پر ایسی کوئی تباہی نازل ہوئی ہو جسے انکار رسالت کی بنا پر عذاب قرار دیا جاسکتا ہو۔

ان وجوہ سے یہ بات ناقابلِ قبول ہے کہ اس بستی سے مراد انطاکیہ ہے۔ بستی کا تعین نہ قرآن میں کیا گیا ہے، نہ کسی صحیح حدیث میں، بلکہ یہ بات بھی کسی مستند ذریعہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ یہ رسول کون تھے اور کس زمانے میں بھیجے گئے تھے۔ قرآن مجید جس غرض کے لیے یہ قصہ یہاں بیان کر رہا ہے اسے سمجھنے کے لیے بستی کا نام اور رسولوں کے نام معلوم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ قصے کے بیان کرنے کی غرض قریش کے لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ تم بہت دھرمی، تعصب اور انکارِ حق کی اُسی روش پر چل رہے ہو جس پر اس بستی کے لوگ چلے تھے، اور اسی انجام سے دوچار ہونے کی تیاری کر رہے ہو جس سے وہ دوچار ہوئے۔

اللہ دوسرے الفاظ میں ان کا کہنا یہ تھا کہ تم چونکہ انسان ہو اس لیے خدا کے بھیجے ہوئے رسول نہیں ہو سکتے۔ یہی خیال کفارِ مکہ کا بھی تھا۔ وہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، رسول نہیں ہیں کیونکہ وہ انسان ہیں:

وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا

ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

اور یہ ظالم لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں کہ

یہ شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم جیسے ایک

وَقَالُوا هَذَا الرَّسُولُ يَأْكُلُ

الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ وَالْأَفْرَاقِ : ۷۰

وَأَسْرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْلَ

هَذَا الْآبَشْرُ مِمَّنْ أَفْتَأْتُوا لَتَسْحَرُوا نَفْسَهُمْ

تَبٰیءُوتَ (الانبیاء-۱۳)

بشر کے سوا آخر ادا کیا ہے، پھر کیا تم آنکھوں دیکھتے
اس جانوروں کے شکار ہو جاؤ گے؟

قرآن مجید کفار مکہ کے اس جاہلانہ خیال کی تردید کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ یہ کوئی نئی جہالت نہیں ہے
جو آج پہلی مرتبہ ان لوگوں سے ظاہر ہو رہی ہو، بلکہ قدیم ترین زمانے سے تمام جہلاء اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے
ہیں کہ جو بشر ہے وہ رسول نہیں ہو سکتا اور جو رسول ہے وہ بشر نہیں ہو سکتا۔ قوم نوح کے مسواہوں نے
جب حضرت نوح کی رسالت کا انکار کیا تھا تو یہی کہا تھا،

مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ
يُفْعَلَ عَلَيْكُمْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ
مَلَكًا. مَا سَمِعْنَا بِهَذَا إِنْهَآ أَبَآئُنَا
الْأَوَّلِينَ - (المومنون: ۲۴)

یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک بشر ہے تم ہی
جیسا مادہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی فضیلت جوئے حالہ
اگر اللہ چاہتا تو فرستے نازل کرتا ہم نے تو یہ بات
کبھی اپنے باپ دادا سے نہیں سنی کہ انسان رسول
بن کر آئے،

قوم عامانے یہ بات حضرت ہود کے متعلق کہی تھی:

مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا
تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ وَلَئِنْ
أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ أَنْتُمْ إِذَا لَخِرُّوْنَ
(المومنون: ۲۲-۲۴)

یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا، کھاتا ہے
وہی کچھ جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے وہی کچھ جو تم پیتے ہو
اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت
کر لی تو تم بڑے گھاٹے میں رہے۔

قوم ثمود نے حضرت صالح کے متعلق بھی یہی کہا تھا کہ

أَبَشَرًا مِّثْلًا وَاحِدًا أَنْتَبَهُ (القرعہ: ۲۴)

کیا ہم اپنے میں سے ایک بشر کی پیروی اختیار کریں؟
اور یہی معاملہ قریب قریب تمام انبیاء کے ساتھ پیش آیا کہ کفار نے کہا اِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا، تم کچھ
نہیں ہو مگر ہم جیسے بشر۔ اور انبیاء نے ان کو جواب دیا کہ اِنْ عَنِ الْبَشَرِ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَى
مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ، واقعی ہم تمہاری طرح بشر کے سوا کچھ نہیں ہیں، مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر

پايتلہ ہے عنایت فرماتا ہے“ (ابراہیم : ۱۰-۱۱)

اس کے بعد قرآن مجید کہتا ہے کہ یہی جاہلانہ خیال ہر زمانے میں لوگوں کو ہدایت قبول کرنے سے باز رکھتا رہا ہے اور اسی بنا پر قوموں کی شامت آتی ہے :

الْعَرَبُ يَنْسُبُونَ لِلَّهِ الْبَغْيَ الَّذِي كَفَرُوا مِنْ
قَبْلُ فَذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهُمْ وَكَهَمَّ عَذَابُ
آلِيمٍ، فَاِيَّكَ يَا نَهْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ، فَقَالُوا الْبَشَرُ يَهْدُوْنَنا فَكْفَرُوا
وَقَتُلُوا - (الشعاب : ۶)

کیا انہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے اس سے
پہلے کفر کیا تھا اور پھر اپنے لیے کامزاج پھریا اور کہے
ان کے لیے دردناک عذاب ہے ؛ یہ سب کچھ اس
لیے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی کھلی دلیلیں لیکر
آتے رہے مگر انہوں نے کہا کہ کیا اب انسان بھاری
دینہائی کریں گے ؟ اسی بنا پر انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر گئے

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمْ
الْهُدَىٰ، إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا
رَّسُولًا - (نہی اسرائیل : ۹۴)

لوگوں کے پاس جب ہدایت آئی تو کوئی چیز انہیں
ایمان لانے سے روکنے والی اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں
نے کہا کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا ؟
پھر قرآن مجید پوری عراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ اللہ نے ہمیشہ انسانوں ہی کو رسول بنا کر
بھیجا ہے اور انسان کی ہدایت کے لیے انسان ہی رسول ہو سکتا ہے نہ کہ کوئی فرشتہ، یا بشریت سے
بالا کوئی ہستی :

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي
إِلَيْهِمْ فَسَلُّوا هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ
أَتَعْتَمُونَ - وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا، إِلَّا
يَاْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ (الانبیاء : ۸)
وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ
إِلَّا أَنْهُمْ لَيَّاْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي
الْأَسْوَاقِ -

ہم نے تم سے پہلے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے
جن پر ہم وحی کرتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم
سے پوچھ لو۔ اور ہم نے ان کو ایسے جسم نہیں بنایا
تھا کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ جینے والے تھے
ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجے تھے وہ سب کھانا
کھاتے تھے اور بازاروں میں پھرتے پھرتے تھے۔

کوئی چیز نازل نہیں کی ہے، تم محض جھوٹ بولتے ہو۔“

رسولوں کے کہا ”ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف اُسی کے بھیجے ہوئے ہیں، اور ہم پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔“

بستی والے کہنے لگے ”ہم تو تمہیں اپنے لیے خال بد سمجھتے ہیں۔ اگر تم باز نہ آتے تو ہم تم کو شکست

فَلْ لَّوْكَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يُمِشُّونَ
اُسے ہی ان سے کہو کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل
مُطْمَئِنِّينَ لَنَنْزِلَنَّا عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَكًّا
پھر رہے ہوتے تو ہم ان پر فرشتے ہی کو رسول بنا کر
رَسُولًا رَنبِ اسرائیل : ۹۵) نازل کرتے۔

۱۲۔ یہ ایک اور جہالت ہے جس میں کفار مکہ بھی مبتلا تھے، آج کے نام نہاد عقلیت پسند لوگ بھی مبتلا ہیں اور قدیم ترین زمانے سے ہر زمانے کے منکرین وحی و رسالت اس میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان سب لوگوں کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سرے سے انسانی ہدایت کے لیے کوئی وحی نازل نہیں کرتا۔ اس کو صرف عالم بالا کے معاملات سے دلچسپی ہے۔ انسانوں کا معاملہ اس نے خود انسانوں ہی پر چھوڑ رکھا ہے۔

۱۳۔ یعنی ہمارا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ جو پیغام تم تک پہنچانے کے لیے رب العالمین نے ہمارے سپرد کیا ہے وہ تمہیں پہنچا دیں۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ مانو یا نہ مانو۔ یہ ذمہ داری ہم پر نہیں ڈالی گئی ہے کہ تمہیں زبردستی منوا کر ہی چھوڑیں۔ اور اگر تم نہ مانو گے تو تمہارے کفر میں ہم نہیں پکڑے جاتیں گے بلکہ اپنے اس جرم کی جواب دہی تم کو خود ہی کرنی پڑے گی۔

۱۴۔ اس سے اُن لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ تم ہمارے لیے منحوس ہو، تم نے آکر ہمارے معبودوں کے خلاف جو باتیں کرنی شروع کی ہیں ان کی وجہ سے دیوتا ہم سے ناراض ہو گئے ہیں، اور اب جو آفت بھی ہم پر نازل ہو رہی ہے وہ تمہاری بدولت ہی ہو رہی ہے۔ ٹھیک یہی باتیں کفار عرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ وَإِنْ تَصِبُّهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ۚ اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری بدولت ہے (النساء : ۷۷)۔ اسی لیے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ ایسی ہی جاہلانہ باتیں قدیم زمانے کے لوگ بھی اپنے انبیاء کے متعلق کہتے رہے ہیں۔ قوم ثمود اپنے نبی سے کہتی تھی اَطَّيْرُنَا

کو دیں گے اور ہم سے تم بُری دروناک سزا پاؤ گے۔“

رسولوں نے جواب دیا ”تمہاری فال بد تو تمہارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ کیا یہ باتیں تم اس لیے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی؟ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہو شے لوگ ہو۔“ اتنے میں شہر کے دور دراز گوشے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور بولا ”اے میری قوم کے لوگو! رسولوں کی پیروی اختیار کر لو۔ اُن لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں چاہتے اور ٹھیک راستے پر ہیں۔“ آخر میں کیوں نہ اُس مہتی کی بندگی کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تم

يٰۤاَيُّهَا مَعْشَرَ الْاٰمِيْنَ اَتَاْتِيْكُمْ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ الْمَوْءِدُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُبْعَثُوْنَ (النمل: ۸۷) اور یہی روتیہ فرعون کی قوم کا بھی تھا کہ فاذا جاءتهم الحسنة قالوا لنا هذه وان تصبهم سيئة يطغروا بسوسى ومن معه جب ان پر اچھی حالت آتی تو کہتے کہ یہ ہماری خوش نصیبی ہے، اور اگر کوئی مصیبت اُن پر آ پڑتی تو اسے مومن اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ (الاعراف: ۱۳۰)

۱۷ یعنی کوئی کسی کے لیے منحوس نہیں ہے۔ ہر شخص کا نوشتہ تقدیر اس کی اپنی ہی گردن میں لٹکا ہوا ہے۔ برائی دیکھتا ہے تو اپنے نصیب کی دیکھتا ہے اور بھلائی دیکھتا ہے تو وہ بھی اس کے اپنے ہی نصیب کی ہوتی ہے۔ وَكُلُّ اِنْسَانٍ اَلْوَمْنٰ طَائِرَةٌ فِىْ عُنُقِهِ، ہر شخص کا پروانہ خیر و شر ہم نے اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے۔ (نبی اسرائیل: ۱۳)

۱۸ یعنی دراصل تم بھلائی سے بھاگنا چاہتے ہو اور ہدایت کے بجائے گمراہی تمہیں پسند ہے۔ اس لیے حق اور باطل کا فیصلہ دلیل سے کرنے کے بجائے اوہام و خرافات کے سہارے یہ بہانہ بازیاں کر رہے ہو۔ ۱۹ اس ایک فقرے میں اُس بندہ خدا نے نبوت کی صداقت کے سارے دلائل سمیٹ کر رکھ دیئے۔ ایک نبی کی صداقت دوسری باتوں سے جانچی جاسکتی ہے۔ ایک، اس کا قول و فعل۔ دوسرے اس کا بے غرض ہونا۔ اس شخص کے استدلال کا منشا یہ تھا کہ اول تو یہ لوگ سراسر مغفول بات کہہ رہے ہیں اور ان کی اپنی سیرت بالکل بے دماغ ہے۔ دوسرے، کوئی شخص اس بات کی نشان دہی نہیں کر سکتا کہ اس دین کی دعوت یہ اپنے کسی ذاتی مفاد کی خاطر دے رہے ہیں۔ اس کے بعد کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ان کی بات کیوں نہ مانی جائے۔

سب کو پٹ کر جانا ہے؟ کیا میں اسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ حالانکہ اگر خدا سے رحمت مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ اُن کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تو تمہارے رب پر ایمان لے آیا، تم بھی میری بات مان لو۔

آخر کار ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور اس شخص سے کہہ دیا گیا کہ داخل ہو جا جنت میں یہ اس شخص کا یہ استدلال نقل کر کے قرآن مجید نے لوگوں کے سامنے ایک معیار رکھ دیا کہ نبی کی نبوت کو پرکھنا ہو تو اس کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل بتا رہا ہے کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔ اور اُن کی سعی و جہد کے پیچھے کسی ذاتی غرض کا نام و نشان تک نہیں ہے پھر کوئی معقول انسان اُن کی بات کو رد آخر کس بنیاد پر کرے گا۔

۱۱۔ اس فقرے کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ استدلال کا شاہکار ہے، اور دوسرے حصے میں حکمتِ تبلیغ کا کمال دکھایا گیا ہے۔ پہلے حصے میں وہ کہتا ہے کہ خالق کی بندگی کرنا تو ہر امر عقل و فطرت کا تقاضا ہے۔ نامعقول بات اگر کوئی ہے تو وہ یہ کہ آدمی اُن کی بندگی کرے جنہوں نے اسے پیدا نہیں کیا ہے، نہ یہ کہ وہ اس کا بندہ بن کر رہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ دوسرے حصے میں وہ اپنی قوم کے لوگوں کو یہ احساس دلاتا ہے کہ مرنا آخر تم کو بھی ہے، اور اسی خدا کی طرف جانا ہے جس کی بندگی اختیار کرنے پر تمہیں اعتراض ہے۔ اب تم خود سوچ لو کہ اس سے منہ موڑ کر تم کس بھلائی کی توقع کر سکتے ہو؟ ۱۲۔ یعنی نہ وہ خدا کے ایسے چہیتے ہیں کہ میں صریح جرم کروں اور وہ محض اُن کی سفارش پر مجھے معاف کر دے۔ اور نہ ان کے اندر اتنا زور ہے کہ خدا مجھے سزا دینا چاہے اور وہ اپنے بل بوتے پر مجھے چھڑالے جائیں۔

۱۳۔ یعنی یہ جانتے ہوئے بھی اگر میں ان کو معبود بنائوں۔

۱۴۔ اس فقرے میں پھر حکمتِ تبلیغ کا ایک لطیف مکتہ پوشیدہ ہے۔ یہ کہہ کر اُس شخص نے اُن لوگوں کو یہ احساس دلایا کہ جس رب پر میں ایمان لایا ہوں وہ محض میرا ہی رب نہیں ہے بلکہ تمہارا رب

اُس نے کہا ”کاش میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے رب نے کس چیز کی بدولت میری مغفرت فرمادی اور مجھے باغزت لوگوں میں داخل فرمایا۔“

اس کے بعد اُس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا۔ ہمیں اس کی کوئی حاجت نہ تھی۔ میں ایک دھماکا ہوا اور یکایک وہ سب بجھ کر رہ گئے۔ افسوس بندوں کے حال پر،

بھی ہے۔ اس پر ایمان لا کر میں نے غلطی نہیں کی ہے بلکہ اس پر ایمان نہ لا کر تم ہی غلطی کر رہے ہو۔

۲۲ یعنی شہادت نصیب ہوتے ہی اس شخص کو جنت کی بشارت دے دی گئی۔ جو نہی کہ وہ موت کے دروازے سے گزر کر دوسرے عالم میں پہنچا۔ فرشتے اس کے استقبال کو موجود تھے اور انہوں نے اسے خوشخبری دے دی کہ فردوس بریں اس کی منتظر ہے۔ اس فقرے کی تاویل میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ”اللہ نے اسی وقت اسے جنت میں داخل کر دیا اور وہ وہاں زندہ ہے، رزق پارہا ہے۔“ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ”یہ بات ملائکہ نے اس سے بشارت کے طور پر کہی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے بعد جب تمام اہل ایمان جنت میں داخل ہونگے تو وہ بھی اُن کے ساتھ داخل ہوگا۔“

۲۳ یہ اُس مردِ مومن کے کمالِ اخلاق کا ایک نمونہ ہے۔ جن لوگوں نے اسے ابھی ابھی قتل کیا تھا ان کے خلاف کوئی غصہ اور جذبہ انتقام اس کے دل میں نہ تھا کہ وہ اللہ سے ان کے حق میں بددعا کرتا۔ اس کے بجائے وہ اب بھی ان کی خیر خواہی کیسے جارہا تھا۔ مرنے کے بعد اس کے دل میں اگر کوئی تمنا پیدا ہوئی تو وہ بس یہ تھی کہ کاش میری قوم میرے اس انجامِ نیک سے باخبر ہو جائے اور میری ننگی سے نہیں تو میری موت ہی سے سبق لے کر راہِ راست اختیار کر لے۔ وہ شریف انسان اپنے قاتلوں کے لیے بھی جہنم نہ چاہتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ وہ ایمان لا کر جنت کے مستحق بنیں۔ اسی کی تعریف کرتے ہوئے حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ نصیح قومہ حیاء و میتا، اس شخص نے جیتے جی بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مر کر بھی۔“

اس واقعہ کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو درپردہ اس حقیقت پر متنبہ فرمایا ہے کہ

جو رسول بھی ان کے پاس آیا اُس کا وہ مذاق ہی اڑاتے رہے۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں اور اس کے بعد وہ پھر کبھی ان کی طرف پلٹ کر نہ آئے؟ ان سب کو ایک روز ہمارے سامنے حاضر کیا جانا ہے ع

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اہل ایمان بھی اُسی طرح تمہارے سچے خیر خواہ ہیں جس طرح وہ مردِ مومن اپنی قوم کا خیر خواہ تھا۔ یہ لوگ تمہاری تمام ایذا رسانیوں کے باوجود تمہارے خلاف کوئی ذاتی عناد اور کوئی جذبیہ انتقام نہیں رکھتے۔ ان کو دشمنی تم سے نہیں بلکہ تمہاری گمراہی سے ہے۔ یہ تم سے صرف اس لیے لڑ رہے ہیں کہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ اس کے سوا ان کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

یہ آیت بھی منجملہ اُن آیات کے ہے جن سے حیاتِ برزخ کا صریح ثبوت ملتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد سے قیامت تک کا زمانہ خالص عدم اور کامل نیستی کا زمانہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض کم علم لوگ گمان کرتے ہیں، بلکہ اس زمانہ میں جسم کے بغیر روح زندہ رہتی ہے، کلام کرتی اور کلام سنتی ہے، جذبات و احساسات رکھتی ہے، خوشی اور غم محسوس کرتی ہے، اور اہل دنیا کے ساتھ بھی اس کی دلچسپیاں باقی رہتی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو مرنے کے بعد اس مردِ مومن کو جنت کی بشارت کیسے دی جاتی اور وہ اپنی قوم کے لیے یہ تنہا کیسے کرتا کہ کاش وہ اس کے انجامِ نیک سے ہانبر ہو جائے۔

لکھ ان الفاظ میں ایک لطیف طنز ہے۔ اپنی طاقت پر ان کا گھمنڈ اور دینِ حق کے خلاف ان کا جوش و خروش گویا ایک شعلہ جوالہ تھا جس کے متعلق اپنے زعم میں وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ ان تینوں انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کو بھسم کر ڈالے گا۔ لیکن اس شعلے کی بساط اس سے زیادہ کچھ نہ بکلی کہ خدا کے عذاب کی ایک ہی چوٹ نے اس کو ٹھنڈا کر کے رکھ دیا۔

۵۷۷ یعنی ایسے مٹے کہ ان کا کہیں نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ جو گمراہ نہ اٹھا۔ دنیا میں آج کوئی ان کا نام لیا تک نہیں ہے۔ ان کی تہذیب اور ان کے عقائد ہی کا نہیں۔ ان کی نسلوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔